قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 19 دسمبر 2020ء | 03 جمادی الاول 1442 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:300

ارشاد باری تعالیٰ

وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَہُمَا ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰىہُمَا عَلَی الۡاُخۡرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیۡ تَبۡغِیۡ حَتّٰی تَفِیۡٓءَ اِلٰۤی اَمۡرِ اللّٰہِ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَہُمَا بِالۡعَدۡلِ وَ اَقۡسِطُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ۔اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَۃٌ فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَ اَخَوَیۡکُمۡ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ۔

(سورۃ الحجرات آیات 10تا11)

ترجمہ۔اور اگر مومنوں میں سے دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرواؤ پس اگر ان میں سے ایک دوسری کے خلاف سرکشی کرے تو جو زیادتی کر رہی ہے اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلہ کی طرف لوٹ آئے پس اگر وہ لوٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل سے صلح کرواؤ اور انصاف کرو یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے (10) مومن تو بھائی بھائی ہی ہوتے ہیں پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کروایا کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (11)

فرمان خلیفہ وقت

’’مومن کے لئے یہ حکم ہے کہ اول تو تم ان جھگڑوں سے بچو، اور اگر کبھی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ یہ لڑائی جھگڑے آپس میں ہونے لگیں تو دوسرے مومن مل بیٹھیں، اور ان کی آپس میں صلح کروائیں۔ دونوں کو قائل کریں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر یوں لڑنا اچھا نہیں ہے۔کیوں اللہ تعالیٰ کے نافرمان بنتے ہو۔ آپس میں ایک دوسرے کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے۔ایک دوسرے سے بدلے لینے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ اگر وہ اس کو سمجھانے سے باز آجائیں اور صلح اور صفائی سے کسی فیصلے پر پہنچ جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ پھر جو فیصلہ نہیں مانتا اس کو پھر فرمایا کہ سزا دو۔ اس کو معاشرے میں کوئی مقام نہ دو، اس کے ہمدرد نہ بنو۔

اب بعض جھگڑوں کے فیصلے کے لئے لوگ جماعتی طور پر بھی قضاء میں آتے ہیں یا ثالثی کرواتے ہیں۔ اور جب ایک فیصلہ ہو جاتا ہے۔ تو بعض ان میں سے فیصلہ ماننے سے انکار کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور اس وجہ سے جب ان کو کوئی تعزیر ہوتی ہے کوئی سزا ملتی ہے، کیونکہ جماعتی معاشرے کے اندر تو نظام جماعت کا فیصلہ نہ ماننے پر اظہار ناپسندیدگی ہوسکتا ہے نا۔کوئی پولیس

بقیہ صفحہ 3 پر

اس شمارہ میں

- ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے (منظوم)
- کووڈ 19 اور اولوالامر کی اطاعت
- تربیت اولاد
- ’’بنیادی مسائل کے جوابات‘‘

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم

غصّہ پر قابو پانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ جھگڑالو ہو۔

(بخاری کتاب التفسیر باب وھو الد الخصام)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنی ذات کی خاطر اپنے اوپر ہونے والی کسی زیادتی کا انتقام نہیں لیا۔

(مسلم کتاب الفضائل باب مباعدتہ صلی اللہ علیہ وسلم للآثام)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاقتور پہلوان وہ شخص نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے۔ اصل پہلوان وہ ہے جو غصّہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الادب باب الحذر من الغضب حدیث ۶۱۱۴)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

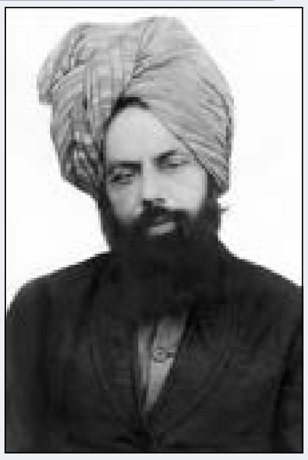

بے جا غضب

’’اس جماعت کو تیار کرنے سے غرض یہی ہے کہ زبان، کان، آنکھ اور ہر ایک عضو میں تقویٰ سرایت کر جاوے۔تقویٰ کا نور اس کے اندر اور باہر ہو۔اخلاق حسنہ کا اعلیٰ نمونہ ہو۔ اور بے جا غصہ اور غضب وغیرہ بالکل نہ ہو۔ میں نے دیکھا ہے کہ جماعت کے اکثر لوگوں میں غصہ کا نقص اب تک موجود ہے۔تھوڑی تھوڑی سی بات پر کینہ اور بغض پیدا ہو جاتا ہے اور آپس میں لڑ جھگڑ پڑتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا جماعت میں سے کچھ حصہ نہیں ہوتا۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں کیا دقت پیش آتی ہے کہ اگر کوئی گالی دے تو دوسرا چپ کر رہے اور اس کا جواب نہ دے۔ ہر ایک جماعت کی اصلاح اول اخلاق سے شروع ہوا کرتی ہے۔ چاہئے کہ ابتداء میں صبر سے تربیت میں ترقی کرے اور سب سے عمدہ ترکیب یہ ہے کہ اگر کوئی بدگوئی کرے تو اس کے لئے دردِ دل سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کر دیوے۔ اور دل میں کینہ کو ہرگز نہ بڑھاوے۔ جیسے دنیا کے قانون ہیں ویسے خدا کا بھی قانون ہے۔ جب دنیا اپنے قانون کو نہیں چھوڑتی تو اللہ تعالیٰ اپنے قانون کو کیسے چھوڑے۔ پس جب تک تبدیلی نہ ہوگی تب تک تمہاری قدر اس کے نزدیک کچھ نہیں۔ خدا تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ حلم اور صبر اور عفو جو کہ عمدہ صفات ہیں ان کی جگہ درندگی ہو۔ اگر تم ان صفات حسنہ میں ترقی کروگے تو بہت جلد خدا تک پہنچ جاؤ گے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 99 ایڈیشن 1988ء)

’’خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔‘‘

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12)

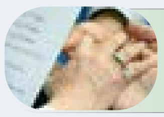

دربارِ خلافت

آنحضرت ﷺ کی بلند شان اور مقام ارفع کا ذکر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا

{قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ۔ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ} (آل عمران:32)

{اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا} (الاحزاب:57)

یہ پہلی آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ ہے کہ تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اور دوسری آیت کا ترجمہ ہے کہ یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

یہ دو آیات ایک آل عمران کی ہے اور دوسری سورۃ احزاب کی۔ جیسے کہ ترجمے سے آپ نے سن لیا آل عمران کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کو آنحضرت ﷺ کے ذریعے سے یہ پیغام پہنچا دیا ہے کہ اب تمام گزشتہ اور آئندہ نمونے ختم ہو گئے اب اگر کوئی پیروی کے قابل نمونہ ہے تو آنحضرت ﷺ کا نمونہ ہے اور یہ پیروی کے نمونے کس طرح قائم ہوں گے۔ اس طرح قائم ہوں گے جس طرح ایک سچا عاشق اپنے محبوب کی پسند اور ناپسند کو اپنی پسند اور ناپسند بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب اس طرح تم آنحضرت ﷺ کی پیروی کرو گے تو پھر ہی مَیں تمہارے گناہ بھی بخشوں گا اور تمہارے سے محبت کا سلوک بھی کروں گا۔ تمہاری دینی اور دنیاوی بھلائیوں کے سامان بھی پیدا کروں گا۔ تو گویا اب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے تمام راستے بند ہو گئے اور اگر کوئی راستہ کھلا ہے تو آنحضرت ﷺ کی کامل اتباع کر کے آپ کے پیچھے چل کر ہی خدا تعالیٰ تک پہنچا جا سکتا ہے، یہی ایک راستہ ہے جو کھلا ہے۔ پھر اس اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنے کے لئے اور آپ ﷺ کی محبت دل میں بڑھانے کا طریق جو اگلی آیت مَیں نے تلاوت کی ہے سورۃ احزاب کی اُس میں بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ نبی کوئی معمولی نبی نہیں ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا سب سے پیارا وجود ہے۔ زمین و آسمان اس کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی اسی کام پر لگے ہوئے ہیں کہ اللہ کے اس پیارے نبی پر رحمت بھیجتے رہیں اور دعائیں کرتے رہیں۔ پس اے لوگو جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی محبت چاہتے ہو تو تمہارا بھی یہ کام ہے کہ اس نبی سے محبت پیدا کرو۔ اس پر درود بھیجو اور بہت زیادہ سلامتی بھیجو۔ جب تم اس طرح اس نبی پر درود و سلام بھیجو گے تو تم پر اس کی پیروی کے راستے بھی کھلتے چلے جائیں گے اور جیسے جیسے یہ راستے کھلیں گے جس طرح تم اس کی پیروی کرتے چلے جاؤ گے اتنی ہی زیادہ تم اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے والے بھی بنتے چلے جاؤ گے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ: ’’قبولیت دعا کے تین ہی ذریعے ہیں۔ اول اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ (آل عمران:32)۔ دوم۔ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا (الاحزاب:57)۔ اور تیسرا موہبت الٰہی‘‘۔ (حضرت اقدس کی ایک تقریر اور مسئلہ وحدت الوجود پر ایک خط صفحہ 23)۔

بقیہ صفحہ 3 پر

آج کی دعا

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ صِحَّةً فِي إِيمَانٍ، وَإِيمَانًا فِي خُلُقٍ حَسَنٍ، وَنَجَاحًا يَتْبَعُهُ فَلَاحٌ، وَرَحْمَةً مِنْكَ، وَعَافِيَةً وَ مَغْفِرَةً مِنْكَ، وَرِضْوَانًا

(السنن النسائی)

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے ایمان کی حالت میں اچھی صحت طلب کرتا ہوں، اور اسی طرح اچھے اخلاق کے ساتھ ایمان کا طالب ہوں۔ اور ایسی کامیابی کا طلب گار ہوں جس کے بعد تیری جناب سے فلاح اور رحمت اور عافیت و مغفرت اور تیری رضا ہی ہو۔

یہ پیارے رسول سید و مولیٰ نبی ﷺ کی صحت اور اچھے اخلاق اور بخشش کی جامع دعا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمانؓ فارسی کو فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں ایسی دعا سکھاؤں جو تم خاص توجہ کے ساتھ دن رات کیا کرو۔ اور پھر مندرجہ بالا دعا سکھائی۔

(مرسلہ: مریم رحمان)

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

ڈرے کیوں میرا قاتل کیا رہے گا اس کی گردن پر
وہ خوں جو چشم تر سے عمر بھر یوں دم بدم نکلے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

بھرم کھل جائے ظالم تیرے قامت کی درازی کا
اگر اس طرۂ پر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

مگر لکھوائے کوئی اس کو خط تو ہم سے لکھوائے
ہوئی صبح اور گھر سے کان پر رکھ کر قلم نکلے

ہوئی اس دور میں منسوب مجھ سے بادہ آشامی
پھر آیا وہ زمانہ جو جہاں میں جام جم نکلے

ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پانے کی
وہ ہم سے بھی زیادہ خستۂ تیغ ستم نکلے

محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا
اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

کہاں مے خانہ کا دروازہ غالبؔ اور کہاں واعظ
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

مرزا غالب

اداریہ

کووڈ 19 اور اولوالامر کی اطاعت

اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء آیت 60 میں جہاں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کا ذکر فرمایا ہے وہاں اولوالامر یعنی بلا قید مذہب و ملت کے حکام بالا کی اطاعت کی بھی تلقین فرمائی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اس کا ترجمہ فرمایا ہے کہ اُن کا حکم مانو جو تم میں سے حکومت والے ہوں۔

آج Covid 19 کے دوران اولوالامر کی اطاعت کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے اور ہم میں ہر ایک کو حکومتی نمائندوں کے ساتھ پورا تعاون کرنے کی ضرورت ہے۔ آج جس طرح Covid 19 کی دوسری لہر نے ساری دنیا میں تشویش پیدا کر دی ہے۔ ان حالات میں اپنے آپ کو بھی بچنے اور بچانے کے علاوہ دوسروں کو بھی بچانے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (البقرۃ:196) کہ اپنے ہاتھوں (اپنے تئیں) ہلاکت میں نہ ڈالو۔

ہم میں سے ہر ایک کو مکمل SOPs پر عمل کرنا چاہیے۔ گھروں میں 6 سے زائد افراد اکٹھے نہ ہوں۔ مارکیٹوں، اسٹیشنوں، بس اڈوں اور دیگر مجمع والی جگہوں پر جانے سے پرہیز کریں۔ اگر اشد ضرورت کے تحت جانے کی ضرورت بھی محسوس ہو تو مکمل SOPs استعمال کریں۔ کم از کم 6 فٹ کا فاصلہ رکھیں۔ ماسک کا استعمال کریں۔ ہاتھ بار بار Sanitize کریں یا صابن سے دھوئیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے Vicks ناک پر بار بار لگانے کی بھی تاکید فرمائی ہے۔ مصافحہ اور معانقہ سے پرہیز کریں۔ اس کے علاوہ جو بھی گورنمنٹ نے اصول وضع کئے ہیں ان کو follow کریں۔

یہ ایک ایسا وائرس ہے جو Social distancing قائم نہ رکھنے اور ٹچ کرنے سے لاحق ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس بیماری میں مبتلا ہو تو وہ اپنے آپ کو گھر میں قرنطینہ کرے اور میل ملاقات سے پرہیز کرے نیز اگر کسی کو وائرس ہو جائے تو وہ اسے چھپائے مت بلکہ ڈاکٹرز سے رابطہ کرے۔

آخری لیکن سب سے اہم بات تو دُعا ہے جو ایک احمدی کا طرّہ امتیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس وائرس کو جلد ختم کرے اور ہر ایک کو اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ جو بیمار ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جلد شفائے کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

☆...☆...☆

بقیہ: دربارِ خلافت ...... از صفحہ 2

یعنی دعائیں قبول کروانا چاہتے ہو تو جو دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اس کی پیروی کرو، آپؐ سے محبت کرو اور اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرو۔ پھر رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجو تا کہ اس محبت میں خود بھی بڑھو اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت بھی حاصل کرو۔ اور پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکو، اس سے بخشش طلب کرو، اس کی عبادت کرو، سب غیر اللہ کو چھوڑ دو۔ تو یہ تین چیزیں ہیں اگر پیدا ہو جائیں گی تو سمجھو کہ تم اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے ہو گے۔ اور دنیا اور آخرت سنور جائے گی۔

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں کہ: ”ان کو کہہ دو اس بارہ میں کہ اگر تم چاہتے ہو کہ محبوب الٰہی بن جاؤ اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ میری اطاعت کرو“۔ فرمایا کہ: ”...... میری پیروی ایک ایسی شئے ہے جو رحمت الٰہی سے ناامید ہونے نہیں دیتی۔ گناہوں کی مغفرت کا باعث ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے“۔ یعنی جو حقیقی پیروی کرنے والے ہوں وہ کبھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے۔ ان میں ایک یقین کی کیفیت ہوتی ہے کہ اس پہلو سے ہم نے یقیناً اللہ تعالیٰ کا قرب پا لینا ہے اور اس کی محبت حاصل کر لینی ہے تو فرمایا کہ میری پیروی گناہوں کی مغفرت کا باعث ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے“ اور تمہارا یہ دعویٰ کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اسی صورت میں سچا اور صحیح ثابت ہو گا کہ تم میری پیروی کرو“۔

پھر فرمایا کہ ”اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے کسی خود تراشیدہ طرز ریاضت اور مشقت اور جپ تپ سے اللہ تعالیٰ کا محبوب اور قرب الٰہی کا حقدار نہیں بن سکتا۔ انوار و برکات الٰہیہ کبھی کسی پر نازل نہیں ہو سکتیں جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں کھویا نہ جاوے۔ اور جو شخص آنحضرت ﷺ کی محبت میں گم ہو جاوے اور آپ کی اطاعت اور پیروی میں ہر قسم کی موت اپنی جان پر وارد کر لے“ یعنی یہ پیروی اور محبت مومن بندے کو اتنی زیادہ ہونی چاہئے کہ اس کو باقی سب چیزوں سے بے نیاز کر دے، کسی غیر کے آگے جھکنے والے نہ ہوں۔ جیسے بھی حالات ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے آستانے پر ہی جھکنے والے ہوں۔ اب یہی شان ہے جو ایک احمدی کی ہونی چاہئے۔ فرمایا ”کہ آپ کی اطاعت اور پیروی میں ہر قسم کی موت اپنی جان پر وارد کر لے اس کو وہ نور ایمان، محبت اور عشق دیا جاتا ہے جو غیر اللہ سے رہائی دلا دیتا ہے اور گناہوں سے رستگاری اور نجات کا موجب ہوتا ہے۔ اسی دنیا میں وہ ایک پاک زندگی پاتا ہے اور نفسانی جوش و جذبات کی تنگ و تاریک قبروں سے نکال دیا جاتا ہے۔ اسی کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ۔ یعنی میں مردوں کو اٹھانے والا ہوں جس کے قدموں پر لوگ اٹھائے جاتے ہیں“۔

(الحکم جلد 5 نمبر 3 مورخہ 24/ جنوری 1901 صفحہ 2)

(خطبہ جمعہ 10/ دسمبر 2004ء)

☆...☆...☆

بقیہ: فرمانِ خلیفہ وقت ...... از صفحہ 1

فورس تو جماعت کے پاس ہے نہیں تو جب یہ سزا ملتی ہے تو فیصلہ نہ ماننے والوں کے عزیز یا دوست بجائے اس کے کہ ان پر دباؤ ڈالیں کہ برکت اسی میں ہے کہ فیصلہ مان لو، یہ کہنے کی بجائے ان کی حمایت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ناجائز حمایت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ تو اس طرح کی ناجائز حمایت سے تو سزا یافتہ شخص کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اس کو پتہ ہے میرا بھی ایک گروہ ہے میرے قریبی میرا برا نہیں مان رہے۔ میرا اٹھنا بیٹھنا جس معاشرے میں ہے اس میں اس چیز کو برائی نہیں سمجھا جا رہا۔ تو پھر اصلاح نہیں ہوتی۔ یا ہوتی ہے تو بڑا لمبا عرصہ چلتا ہے۔ اس لحاظ سے اصلاح کے لئے حکم ہے تو پورے معاشرے کو حکم ہے کہ جب کسی کے خلاف تعزیر ہو تو پورا معاشرہ اس پہ دباؤ ڈالے، اس کی اصلاح کی کوشش کرے۔ نہ کہ ناجائز حمایت۔“

(خطبہ جمعہ 17/ ستمبر 2004ء بحوالہ alislam.org)

میرے ایمان کا جزو اعظم

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

”میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ ﷺ نے کی ہرگز نہ کر سکتے۔ ان میں وہ دل وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبی ﷺ کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوءِ ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افتراء کرے گا۔ میں نبیوں کی عزت اور حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں۔ لیکن نبی کریم ﷺ کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم ہے اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔ بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے ہمارے نبی کریم ﷺ نے وہ کام کیا ہے جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہو سکتا تھا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ذالك فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء۔“

(ملفوظات جلد اول ص 420)

تربیت اولاد
قرآنی مثالوں کی روشنی میں

دور حاضر کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ جدید ذرائع ابلاغ کی وجہ سے سوشل میڈیا رابطے تو بہت بڑھ گئے ہیں لیکن حقیقی رشتوں میں دوریاں پیدا ہوتی جارہی ہیں۔سوشل میڈیا کے منفی اثرات نے والدین اور اولاد کے پیار و محبت کے تعلقات میں ایک خلیج حائل کر دی ہے جس کے نتیجے میں جہاں والدین اپنے بچوں کی تربیت میں عدم توجہی برت رہے ہیں وہاں بچے اپنے والدین کی عدم اطاعت اور نافرمانی کا رویہ اختیار کرتے چلے جارہے ہیں۔یوں باہمی قرب تعلق کا فقدان ہوتا جارہا ہے جو تربیت اولاد کے لیے نہایت ضروری ہے۔اور اگر کوئی قوم دیر تک زندہ رہنا چاہتی ہے تو وہ آئندہ نسل کی اچھی تربیت کے نتیجہ میں ہمیشہ زندہ رہ سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تربیت اولاد کے اصولوں اور والدین اور اولاد کے باہمی قرب تعلق کو بڑی شاندار مثالوں سے بیان فرمایا ہے جو تمام والدین کے لئے مشعل راہ ہے جن سے وہ اپنی اولاد کے ساتھ ایسا تعلق پیدا کر سکتے ہیں،جس کے نتیجہ میں ان کی اولاد تابع و فرمانبردار بن سکتی ہے اور انکی احسن رنگ میں تربیت ہوسکتی ہے۔

ذہنی و قلبی ہم آہنگی ہونا

قرآن کریم میں سب سے پہلی مثال جو بیان ہوئی ہے وہ تعمیر بیت اللہ کے وقت کی ہے جب ایک ضعیف العمر باپ حضرت ابراہیمؑ اپنے جواں سال بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کی بنیادیں استوار کر رہے تھے۔باپ بیٹے کو توحید پر تادم آخر قائم رہنے کی عملی نصیحت کر رہا تھا اور دونوں میں ذہنی اور قلبی ہم آہنگی کا یہ عالم تھا کہ یک زبان ہو کر ایک ہی الفاظ پر مشتمل دعائیں کر رہے تھے:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (البقرۃ 128-129)

اے ہمارے ربّ! ہماری طرف سے قبول کر لے یقیناً تو ہی بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔اور اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے دو فرمانبردار بندے بنادے اور ہماری ذرّیت میں سے بھی اپنی ایک فرمانبردار اُمّت (پیدا کردے) اور ہمیں اپنی عبادتوں اور قربانیوں کے طریق سکھا اور ہم پر توبہ قبول کرتے ہوئے جھک جا یقیناً تُو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

باپ بیٹے کی یہ قرآنی مثال ہمیں سبق دیتی ہے کہ اگر والدین اپنی اولاد کے ساتھ قرب و محبت اور شفقت کا تعلق رکھیں گے تو ذہنی و قلبی ہم آہنگی پیدا ہوجائے گی اور ہر کام خواہ چھوٹا ہو یا بڑا،اس میں اولاد اپنے والدین کے ساتھ خوشی اور فرمانبرداری سے شریک ہوسکے گی۔

خودداری پیدا کرنا

دوسری قرآنی مثال بھی انہی دونوں بابرکت وجودوں کی ہے۔اس عظیم باپ کا اپنے سعادتمند بیٹے سے محبت و قرب کا ایسا تعلق تھا کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں اپنے بیٹے کو ذبح کرتے دیکھا تو بلا تامل حضرت اسماعیلؑ سے فرمایا: يٰبُنَيَّ إِنِّيْٓ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْٓ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى (الصافات 103) کہ اے میرے پیارے بیٹے! یقیناً میں سوتے میں دیکھا کرتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں،پس غور کر تیری کیا رائے ہے؟

مذکورہ بالا آیت میں یہ بات نہایت اہم اور قابل غور ہے کہ باپ نے اپنا حکم بیٹے پر تھوپا نہیں کہ میں نے خواب دیکھا ہے تو بس اب ذبح ہونے کے لیے لیٹ جاؤ۔بلکہ نہایت شفقت و محبت سے اپنا خواب بیٹے سے بیان فرما کر اس کی مرضی بھی جاننا چاہی۔اس کو حق خود ارادیت دیا تا کہ اس میں قوت فیصلہ اورخودداری پیدا ہو اور اس الٰہی حکم کی تعمیل برضا ورغبت ہو۔

چنانچہ بیٹے نے اپنے باپ کی بات کا پاس رکھتے ہوئے اور کمال فرمانبرداری کا نمونہ دکھاتے ہوئے اپنے پدرمحترم کی خواب کو پورا کرنے کے لیے اپنی گردن کو قربانی کے لیے پیش کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا: يٰٓأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ (الصافات 103) کہ اے میرے باپ!وہی کر جو تجھے حکم دیا جاتا ہے یقیناً اگر اللہ چاہے گا تو مجھے تُو صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔

باپ بیٹے کی محبت و اطاعت کی اس مثال کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے قرآن کریم میں محفوظ کر دیا تا والدین اور اولاد کے لیے ایک نمونہ ہو۔اسی محبت واطاعت و قربانی کے جذبہ کی یاد میں عید الاضحیٰ منائی جاتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

’’تربیت کے بغیر دنیا میں نہ اولاد ترقی کرسکتی ہے اور نہ قوم ترقی کر سکتی ہے۔قرآن کریم نے بھی تربیت کے اصول نہایت عمدگی سے بیان کئے ہیں۔چنانچہ سب سے پہلے اولاد کی تربیت کا سوال آتا ہے اولاد کی تربیت کے متعلق قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کا واقعہ آتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دکھایا گیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔اس پر انہوں نے اپنے بیٹے کو حکم نہیں دیا کہ مَیں نے خواب میں یوں دیکھا ہے اِس لئے تم ذبح ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ بلکہ آپ نے اپنے بیٹے کو بُلایا اور کہا اے میرے بیٹے!مَیں نے رات کو خواب میں دیکھا ہے کہ مَیں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى اَب تُو سوچ کر مجھے اپنی رائے دے۔یہ نہیں کہا کہ مجھے خواب آئی ہے تُو لیٹ جا، تا کہ میں تجھے ذبح کروں بلکہ فرمایا کہ تو مجھے اپنی رائے دے۔اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کے اندر خودداری کی رُوح پیدا کرنا قرآنی اصول ہے۔جو لوگ اپنی اولاد کے اندر خودداری کی رُوح پیدا نہیں کرتے وہ اپنی اولاد کو ہی نہیں بلکہ قوم کو بھی ترقی سے روک دیتے ہیں کیونکہ قوم کی آئندہ ترقی اولاد کے اندر خودداری کی رُوح قائم رکھنے پر منحصر ہے۔‘‘

(تقریر فرمودہ 28دسمبر 1958ء برموقع جلسہ سالانہ ربوہ،سیر روحانی نمبر 12 صفحہ 789)

قرب وفکرمندی کا تعلق

تیسری قرآنی مثال والدین اور اولاد کے باہمی تعلق کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورۃ یوسف میں بیان فرمائی ہے۔جب بیٹے حضرت یوسفؑ نے ایک عظیم خواب دیکھا تو اسے نہ اپنی ماں سے بیان کیا اور نہ ہی اپنے بھائیوں سے۔اس خواب کا ذکر کیا تو صرف اپنے بزرگ والد حضرت یعقوبؑ سے جس کی وجہ ان کا باہمی قرب و محبت کا پختہ تعلق تھا۔چنانچہ حضرت یوسفؑ نے فرمایا:

يٰٓأَبَتِ إِنِّيْ رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ (یوسف 5)

اے میرے والد محترم!یقیناً میں نے (رؤیا میں) گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے ہیں (اور) میں نے انہیں اپنے لئے سجدہ ریز دیکھا۔

حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹے کی یہ خواب سنی تو خدادادبصیرت وفراست کی بناء پر اس کی تعبیر پاکر اپنے محبوب بیٹے سے پیار کے تعلق کی وجہ سے فکر مندی کی یہ کیفیت ہوئی کہ فرمایا: يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلٰٓى إِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا إِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (یوسف 6)

اے میرے پیارے بیٹے!اپنی رؤیا اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تیرے خلاف کوئی چال چلیں گے یقیناً شیطان انسان کا کھلا کھلا دشمن ہے۔

یہ قرآنی مثال اس طرف خاص توجہ دلاتی ہے کہ والدین کا اولاد سے قرب وفکرمندی کا مضبوط تعلق ہونا چاہیے۔جس کا آج کے دور میں بہت فقدان ہے۔اگر والدین و اولاد میں ایسا تعلق قائم ہو تو بچے اولاد اپنی تمام باتیں والدین سے شیئر کر سکے گی اور والدین انہیں آنے والے خطرات سے آگاہ کر کے انہیں محفوظ رکھ سکیں گے۔

مل جل کر مسائل کا حل ڈھونڈنا اور صائب رائے کو ماننا

چوتھی مثال جو قرآن کریم کی سورۃ الانبیاء آیات 79-80 میں بیان ہوئی ہے۔اس کی منظر کشی کچھ یوں ہے کہ عدالت میں ایک معمر باپ حضرت داؤدؑ اور ایک جواں سال بیٹا حضرت سلیمانؑ ایک قضیہ میں عدل وانصاف کے قیام کے لیے مصروف عمل تھے۔بیٹا (حضرت سلیمانؑ) معاملہ کی تہہ تک پہنچ گیا اور نہایت احترام اور ادب سے اپنی رائے کو اپنے والد محترم کے گوش گزار کیا جس پر باپ (حضرت داؤدؑ) جو بزرگی و شرف میں بیٹے سے بہرحال اولیٰ تھے،نے اپنے بیٹے کے صائب فیصلے کو بلاجھجک قبول فرمالیا۔بحث وتکرار ہوئی نہ کوئی اصرار۔باپ نے اپنے بیٹے کی درست بات کو مان کر عدل و انصاف کو قائم کیا۔اس واقعہ کا ذکر قرآن کریم کی آیات میں یوں بیان ہوا ہے:

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ إِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ (الانبیاء:79)

اور داؤد اور سلیمان (کا بھی ذکر کر) جب وہ دونوں ایک کھیت کے متعلق فیصلہ کر رہے تھے جبکہ اس میں لوگوں کی بھیڑ بکریاں رات کو چر گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلے کی نگرانی کر رہے تھے۔

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (الانبیاء:80)

پس ہم نے سلیمان کو وہ بات سمجھادی اور ہر ایک کو ہم نے حکمت اور

علم عطا کئے۔

پس یہ محبت و قربت کا تعلق ہی تھا جس نے باپ کو بھی بیٹے کی درست بات منوا دی۔ اس مثال سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ والدین کو اپنی اولاد کے ساتھ مل کر مسائل کے حل تلاش کرنے چاہئیں اور اپنی اولاد کی درست رائے کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ اور اولاد کو بھی اپنی صائب رائے احترام اور ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنے والدین کے سامنے پیش کرنی چاہیے۔ اگر کسی معاملہ میں والدین کو درست بات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہو تو ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ضرور توجہ دلادی جائے جیسے حضرت ابراہیمؑ نے بھی اپنے والد محترم کو توجہ دلائی:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ(الانعام:75)

اور (یاد کر) جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تو بتوں کو بطور معبود پکڑ بیٹھا ہے یقیناً میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔

اس قرآنی مثال سے یہ رہنمائی بھی ملتی ہے کہ انا، ہٹ دھرمی، ضد وغیرہ جیسی باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ ان سے بچنا ہی باہمی قرب کے تعلق میں مضبوطی کا باعث ہوتا ہے۔ اس لیے والدین اور اولاد دونوں کو ہی ان مذعومہ باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

اعتماد کا تعلق

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صرف باپ بیٹے کے باہمی قرب کے تعلق کا ہی ذکر نہیں فرمایا بلکہ ماں اور بیٹی کے قربت و اعتماد اور محبت و اطاعت کے تعلق کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ پانچویں مثال سورۃ القصص آیت 8 تا 13 میں مفصل بیان ہوئی ہے۔

جب فرعون بنی اسرائیل پر ظلم کرتے ہوئے ان کے بیٹوں کو قتل کروا دیتا تھا تاکہ کوئی اس کی حکومت کے زوال کا باعث نہ بنے۔ تو حضرت موسیٰؑ کی پیدائش پر ان کی والدہ نے وحی الٰہی کے تحت اپنے بیٹے کو ایک صندوق میں ڈال کر سمندر میں ڈال دیا اور اپنی بیٹی پر اعتماد کرتے ہوئے کہا:

قُصِّيهِ فَبَصُرَتْ بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (القصص:12)

اس کے پیچھے پیچھے جا پس وہ دُور سے اُسے دیکھتی رہی اور انہیں کچھ پتہ نہ تھا۔

پس اس بیٹی نے اپنی والدہ کے اعتماد پر پورا اترتے ہوئے اپنی اس ذمہ داری کو خوب نبھایا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے کہ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ (القصص:13)

اور پہلے ہی سے ہم نے اُس (یعنی موسیٰ) پر دودھ پلانے والیاں حرام کر دی تھیں پس اُس (کی بہن) نے کہا کہ کیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کا پتہ دوں جو تمہارے لئے اس کی پرورش کرسکیں اور وہ اس کے خیرخواہ ہوں۔

پس حضرت موسیٰؑ کی بہن نے اپنی ذمہ داری خوب نبھائی اور یوں ان کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ دوبارہ اپنی والدہ کے پاس لوٹ آئے:

فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (القصص:14)

پس ہم نے اُسے اس کی ماں کی طرف لَوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں اور وہ غم نہ کرے اور تا کہ وہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اُن میں سے اکثر نہیں جانتے تھے۔

نصیحت

قرآن کریم میں والدین اور اولاد کے باہمی تعلق کے قیام کے لیے نصیحت کرنے کو بھی ایک ذریعہ بیان کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت لقمانؑ کا اپنے بیٹے کو کی گئی دس نصائح کا سورۃ لقمان آیات 14تا20 میں ذکر ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: (1) شرک سے مجتنب رہو۔ (2) والدین سے حسن سلوک کرو سوائے حکم شرک کے ان کے سب حکم مانو۔ (3) نماز قائم رکھو۔ (4) علم الٰہی پر ایمان رکھو کہ وہ تمہاری ہر حرکت سے واقف ہے۔ (5) بھلی بات کا حکم دو۔ (6) بری باتوں سے منع کرتے رہو۔ (7) لوگوں کے ساتھ تکبر سے پیش نہ آؤ۔ (8) زمین پر اکڑ کر نہ چلو۔ (9) ہر ایک معاملہ میں میانہ روی اختیار کرو۔ (10) اپنی آواز کو دھیما رکھو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے مندرجہ بالا دس نصائح ذکر کرکے پھر فرمایا کہ

’’اس میں دوسرا حکم والدین کے ساتھ سلوک کرنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت ہی تاکیدی ہے اور شرک سے اجتناب کے بعد سب سے زیادہ ضروری حکم یہی ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اس وصیت نامہ میں اس حکم کو خاص اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اس کے دلائل بیان کیے اور دوسرے احکام کی نسبت اس کی زیادہ تفصیل کی ہے۔ چونکہ یہ وصیت نامہ حضرت لقمان کا صرف اپنے بیٹے کے لیے تھا اور بیٹا ہی اس وقت مخاطب تھا اس واسطے ممکن ہے کہ حضرت لقمان نے ان حقوق کا ذکر چھوڑ دیا ہو جو خود انہی کے متعلق تھے اور پسند نہ کیا ہو کہ اپنے بیٹے کو یہ کہیں کہ تو میری ایسی اطاعت کر اور ایسی خدمت کر لیکن اللہ تعالیٰ نے جب یہ وصیت تمام دنیا کی ہدایت کے واسطے اپنی پاک کتاب میں درج فرمائی تو یہ ضروری حکم بھی اس کے اندر درج فرمایا۔‘‘ (حقائق الفرقان جلد3 صفحہ 363)

قرآن کریم میں جہاں والدین کو اپنی اولاد کو بطور ناصح نصیحت کرنے کی طرف توجہ دلائی وہاں بطور منصوح اولاد کو نصیحت پر غور کرکے اس پر عمل کرنے کو مفید بیان کیا ہے چنانچہ فرمایا:

أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرَىٰ (عبس:5)

یا نصیحت پر غور کرتا تو نصیحت اُسے فائدہ پہنچاتی۔

پس والدین کو اپنی اولاد کو نصیحت کرتے رہنا چاہیے اور اولاد کو اپنے والدین کی نصائح پر غور کرنا چاہیے کیونکہ والدین اولاد کے فائدہ کے لیے ہی نصیحت کرتے ہیں اور نصیحت ہمیشہ فائدہ مند ہی ہوتی ہے۔

تربیت اولاد اور دعا

تربیت اولاد میں سب سے اہم دعا ہے جس کے بغیر تربیت ممکن ہی نہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ عطا فرمائے۔ حضرت ابراہیمؑ اپنی اولاد کے لیے یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ (ابراھیم:41)

اے میرے ربّ! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری نسلوں کو بھی اے ہمارے ربّ! اور میری دعا قبول کر۔

اور پھر اولاد کے لیے ہی نہیں بلکہ اپنے والدین کے لیے بھی دعا فرمایا کرتے تھے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ (ابراہیم:42)

اے ہمارے ربّ! مجھے بخشش دے اور میرے والدین کو بھی اور مومنوں کو بھی جس دن حساب برپا ہوگا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرماں بردار بنانے کی سعی اور فکر کریں۔ نہ کبھی ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتبِ تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بُری عادتیں سکھا دیتے ہیں۔ ابتداء میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں تو ان کو تنبیہ نہیں کرتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں۔۔۔۔ لوگ اولاد کی خواہش تو کرتے ہیں مگر نہ اس لیے کہ وہ خادم دین ہو بلکہ اس لئے کہ دنیا میں ان کا کوئی وارث ہو اور جب اولاد ہوتی ہے تو اس کی تربیت کا فکر نہیں کیا جاتا۔ نہ اس کے عقائد کی اصلاح کی جاتی ہے اور نہ اخلاقی حالت کو درست کیا جاتا ہے۔ یہ یاد رکھو کہ اس کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جو اقرب تعلقات کو نہیں سمجھتا۔ جب وہ اس سے قاصر ہے تو اور نیکیوں کی امید اس سے کیا ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (الفرقان:75) یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرماوے اور یہ تب ہی میسر آسکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں بلکہ عباد الرحمٰن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں۔ اور خدا کو ہر شے پر مقدم کرنے والے ہوں اور آگے کھول کر کہہ دیا وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا اولاد اگر نیک اور متقی ہو تو یہ ان کا امام ہی ہوگا۔ اس سے گویا متقی ہونے کی بھی دعا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد1 صفحہ 560-563)

پس ان قرآنی مثالوں کی روشنی میں تربیت اولاد کی خاطر ہم پر فرض ہے کہ ہم اپنی اولاد کے لیے خصوصی دعا کریں اور ان کے ساتھ قربت کا تعلق رکھیں جو آج کے دور میں ازبس ضروری ہے۔ یہ پیار و محبت اور اعتماد کا تعلق ایسا مضبوط ہونا چاہیے کہ اولاد اپنے والدین کی ہر کام میں اطاعت کریں اور اپنے خواب و خیالات کا بلا جھجک اظہار کرسکیں۔ والدین جہاں نصیحت کرنا مناسب سمجھیں تو وہاں نصیحت کریں۔ لیکن حضرت لقمانؑ کی طرح جیسے انہوں نے اپنے بیٹے کو حکمت، پیار اور محبت کے ساتھ نصائح کیں جن کا ذکر قرآن کریم کی سورہ لقمان میں موجود ہے۔

اولاد کو بھی چاہیے کہ وہ کامل اطاعت وفرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے والدین کی نصیحت پر عمل کریں۔ اور اگر کہیں ایسا محسوس ہو کہ والدین کی کسی بات کی وجہ سے کوئی نقصان کا اندیشہ ہو تو احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انہیں مناسب طریق پر بتا دیا جائے لیکن والدین کو اُف تک نہ کہا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم کی تعلیمات اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ارشادات پر عمل کرنے اور ان کی روشنی میں اولاد کی تربیت احسن رنگ میں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مرسلہ: ظہیر احمد خان۔شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن

’’بنیادی مسائل کے جوابات‘‘

بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

قسط نمبر 3

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مختلف وقتوں میں اپنے مکتوبات اور ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں بنیادی مسائل کے بارہ میں جو ارشادات مبارک فرماتے ہیں،ان میں سے کچھ افادۂ عام روزنامہ الفضل لندن آن لائن میں شائع کئے جا رہے ہیں۔

سوال:۔ ایک خطبہ جمعہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بیان فرمودہ ایک واقعہ کہ ’’آنحضور ﷺ نے حضرت قتادہ بن نعمان کو ایک چھڑی عطاء فرما کر ارشاد فرمایا تھا کہ اس سے اپنے گھر میں موجود جن کو مار کر بھگا دینا‘‘ کے بارہ میں ایک خاتون نے حضور انور کی خدمت اقدس میں اس واقعہ کی مزید وضاحت کی درخواست کی۔جس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 29 اگست 2019ء میں اس واقعہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے درج ذیل جواب عطاء فرمایا۔حضور انور نے فرمایا:۔

جواب: حضور ﷺ کی یہ حدیث اور ایسی دوسری احادیث جن میں حضور ﷺ یا آپ کے صحابہ کیلئے روشنی کے نمودار ہونے کے واقعات کا ذکر ہے،دراصل حضور ﷺ کے معجزات پر مشتمل ہیں۔اور اس قسم کے معجزات اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں اپنے انبیاء کی صداقت کیلئے دکھاتا رہا ہے۔چنانچہ آنحضور ﷺ سے پہلے کے انبیاء کی زندگیوں میں بھی ایسے واقعات ملتے ہیں اور حضور ﷺ کے غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کیلئے بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے کئی واقعات کو ظاہر فرمایا۔

جہاں تک اس حدیث میں جن یا شیطان کو چھڑی سے مارنے کا تعلق ہے تو اس سے یہ استدلال کرنا کہ جن انسانوں کے جسم میں گھس جاتے ہیں اور انہیں اس طرح مارنے سے انسانوں کے جسموں سے نکالا جا سکتا ہے، بالکل لغو بات ہے۔

اس حدیث میں جن سے مراد کوئی چور یا نقصان پہنچانے والا کوئی جانور مراد ہے جو رات کے اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر حضرت قتادہ بن نعمان کے گھر گھس گیا تھا۔اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ اپنے انبیاء کو غیر معمولی طور پر علم غیب سے نوازتا ہے،اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو پہلے سے خبر دیدی تھی کہ حضرت قتادہ بن نعمان کے گھر کوئی چور یا نقصان دینے والا جانور چھپا ہوا ہے،اس لئے حضور ﷺ نے حضرت قتادہ بن نعمان کو اس خطرہ سے آگاہ فرماتے ہوئے انہیں نصیحت کی کہ جب وہ گھر پہنچیں تو اس چھڑی کے ساتھ اس چور یا اس جانور کو مار کر بھگا دیں۔چنانچہ بعض دوسری کتب میں اس واقعہ کی تشریح میں یہ بات بھی بیان ہوئی ہے کہ جب حضرت قتادہ بن نعمان گھر پہنچے تو ان کے گھر والے سب سوئے ہوئے تھے اور گھر کے ایک کونہ میں ایک سیہہ چھپا ہوا تھا جسے انہوں نے اس چھڑی سے مار کر بھگا دیا۔

سوال:۔ ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں استفسار کیا کہ کاروباروں میں مختلف قسم کے مفادات کے حصول نیز حادثاتی نقصانات سے بچنے کیلئے انشورنس کروانے کے بارہ میں اسلامی حکم کیا ہے؟اس پر حضور انور نے اپنے مکتوب مورخہ 11 اپریل 2016ء میں جو جواب عطاء فرمایا،اسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

جواب:۔ انشورنس صرف وہ جائز ہے جس پر ملنے والی رقم نفع و نقصان میں شرکت کی شرط کے ساتھ ہو اور اس میں جوئے کی صورت نہ پائی جاتی ہو۔اگر صرف نفع کی شراکت کی شرط کے ساتھ ملے تو سود ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

اسی طرح اگر پالیسی ہولڈر کمپنی کے ساتھ ایسا معاہدہ کر لے کہ وہ صرف اپنی جمع شدہ رقم وصول کرے گا اور اس پر سود نہ لے گا تو ایسی انشورنس کروانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انشورنس اور بیمہ کے سوال پر فرمایا:۔

’’سود اور قمار بازی کو الگ کر کے دوسرے اقراروں اور ذمہ داریوں کو شریعت نے صحیح قرار دیا ہے۔قمار بازی میں ذمہ داری نہیں ہوتی۔دنیا کے کاروبار میں ذمہ داری کی ضرورت ہے۔‘‘

(اخبار بدر نمبر 10 جلد 2 مورخہ 27مارچ 1903ء صفحہ 76)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا:۔

’’اگر کوئی کمپنی یہ شرط کرے کہ بیمہ کرانے والا کمپنی کے فائدے اور نقصان میں شامل ہوگا تو پھر بیمہ کرانا جائز ہوسکتا ہے۔‘‘(الفضل 7جنوری 1930ء)

ایک خط کے جواب میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے لکھوایا کہ یہ بات درست نہیں کہ ہم انشورنس کو سود کی ملونی کی وجہ سے ناجائز قرار دیتے ہیں۔کم از کم میں تو اسے اس وجہ سے ناجائز قرار نہیں دیتا۔اس کے ناجائز ہونے کی بہت سی وجوہات ہیں۔جن میں سے ایک یہ ہے کہ انشورنس کے کاروبار کی بنیاد سود پر ہے۔اور کسی چیز کی بنیاد سود پر ہونا اور کسی چیز میں ملونی سود کی ہونا ان میں بہت بڑا فرق ہے۔گورنمنٹ کے قانون کے مطابق کوئی انشورنس کمپنی ملک میں جاری نہیں ہوسکتی جب تک ایک لاکھ کی سیکوریٹیز گورنمنٹ نہ خریدے۔پس اس جگہ آمیزش کا سوال نہیں بلکہ لزوم کا سوال ہے۔

۲۔دوسرے انشورنس کا اصول سود ہے۔کیونکہ شریعت اسلامیہ کے مطابق اسلامی اصول یہ ہے کہ جو کوئی رقم کسی کو دیتا ہے یا وہ ہدیہ ہے یا امانت ہے یا شراکت ہے یا قرض ہے۔ہدیہ یہ ہے نہیں۔امانت بھی نہیں،کیونکہ امانت میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔یہ شراکت بھی نہیں،کیونکہ کمپنی کے نفع ونقصان کی ذمہ داری اور اس کے چلانے کے اختیار میں پالیسی ہولڈر شریک نہیں۔ہم اسے قرض ہی قرار دے سکتے ہیں اور حقیقتاً یہ ہوتا بھی قرض ہی ہے۔کیونکہ اس روپیہ کو انشورنس والے اپنے ارادہ اور تصرف سے کام پر لگاتے ہیں اور انشورنس کے کام میں گھاٹا ہونے کی صورت میں روپیہ دینے والے پر کوئی ذمہ واری نہیں ڈالتے۔پس یہ قرض ہے اور جس قرض کے بدلہ میں کسی قبل از وقت سمجھوتہ کے ماتحت کوئی نفع حاصل ہو اسے شریعت اسلامیہ کی رو سے سود کہا جاتا ہے۔پس انشورنس کا اصول ہی سود پر مبنی ہے۔

۳۔تیسرے انشورنس کا اصول ان تمام اصولوں کو جن پر اسلام سوسائٹی کی بنیاد رکھنا چاہتا ہے باطل کرتا ہے۔انشورنس کو کلی طور پر رائج کر دینے کے بعد تعاون باہمی،ہمدردی اور اخوت کا مادہ دنیا سے مفقود ہو جاتا ہے۔(اخبار الفضل قادیان مورخہ 18ستمبر 1934ء صفحہ5)

بعض ملکوں میں حکومتی قانون کے تحت انشورنس کروانا لازمی امر ہوتا ہے۔ایسی انشورنس کروانا جائز ہے۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے ایک دوست نے 25جون 1942ء کو سوال کیا کہ یو۔پی گورنمنٹ نے حکم دیا ہے کہ ہر شخص جس کے پاس کوئی موٹر ہے وہ اس کا بیمہ کرائے کیا یہ جائز ہے؟حضور نے فرمایا:۔

’’اس کے متعلق بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ حکم صرف یوپی گورنمنٹ کا ہی نہیں بلکہ پنجاب میں بھی گورنمنٹ کا یہی حکم ہے۔یہ بیمہ چونکہ قانون کے ماتحت کیا جاتا ہے اور حکومت کی طرف سے اسے جبری قرار دیا گیا ہے اس لئے اپنے کسی ذاتی فائدہ کے لئے نہیں بلکہ حکومت کی اطاعت کی وجہ سے یہ بیمہ جائز ہے۔‘‘

(الفضل 4نومبر 1961ء فرمودہ 25جون 1942ء)

انشورنس کے متعلق مجلس افتاء نے درج ذیل سفارش حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں پیش کی جسے حضور انور نے 23جون 1980ء کو منظور فرمایا:۔

’’حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فتاوی کے مطابق جب تک معاہدات سود اور قمار بازی سے پاک نہ ہوں بیمہ کمپنیوں سے کسی قسم کا بیمہ کروانا جائز نہیں ہے۔یہ فتاوی مستقل نوعیت کے اور غیر مبدل ہیں البتہ وقتاً فوقتاً اس امر کی چھان بین ہو سکتی ہے کہ بیمہ کمپنیاں اپنے بدلتے ہوئے قوانین اور طریق کار کے نتیجہ میں قمار بازی اور سود کے عناصر سے کس حد تک مبرّا ہو چکی ہیں۔

مجلس افتاء نے اس پہلو سے بیمہ کمپنیوں کے موجودہ طریق کار پر نظر کی ہے اور اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ اگرچہ رائج الوقت عالمی مالیاتی نظام کی وجہ سے کسی کمپنی کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنے کاروبار میں کلیۃً سود سے دامن بچا سکے لیکن اب کمپنی اور پالیسی ہولڈر کے درمیان ایسا معاہدہ ہونا ممکن ہے جو سود اور قمار بازی کے عناصر سے پاک ہو۔اس لئے اس شرط کے ساتھ بیمہ کروانے میں حرج نہیں کہ بیمہ کروانے والا کمپنی سے اپنی جمع شدہ رقم پر کوئی سود وصول نہ کرے‘‘۔(رجسٹر فیصلہ جات مجلس افتاء صفحہ:60غیر مطبوعہ)

سوال:۔ نظارت اصلاح و ارشاد مرکزیہ ربوہ نے کتب احادیث میں مروی والدین کی اپنی اولاد کے حق میں دعا اور اولاد کے خلاف بد دعا دونوں کے قبول ہونے کے متعلق روایات اور ان کے عربی الفاظ کی مختلف لغات سے تشریح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں پیش کر کے راہنمائی چاہی کہ ان میں سے کونسی روایت اور کس ترجمہ کو اختیار

کیا جائے؟ حضور انور نے اپنے مکتوب مؤرخہ 25 فروری 2015ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطاء فرمایا:۔

جواب:۔ اگر والد کی اپنی اولاد کیلئے دعا» ترجمہ کر دیا جائے تو حدیث کا ترجمہ واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن کتب احادیث میں مروی دونوں قسم کی احادیث اپنی اپنی جگہ پر درست اور ہماری راہنمائی کر رہی ہیں۔ دونوں احادیث کو سامنے رکھیں تو مضمون یہ بنے گا کہ جس شخص کی دعا قبولیت کا درجہ رکھتی ہے اس کی بد دعا بھی قبول ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ دعا تو قبول کروں گا اور بد دعا قبول نہیں کروں گا۔

والد کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام عطاء فرمایا ہے اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ اس کی دعائیں بھی قبول کرتا ہے اور بد دعا بھی سنتا ہے ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں والدین کے متعلق خاص طور پر فرمایا ہے کہ وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۔ (بنی اسرائیل 24 تا 25) یعنی تیرے رب نے (اس بات کا) تاکیدی حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور (نیز یہ کہ اپنے) ماں باپ سے اچھا سلوک کرو۔ اگر ان میں سے کسی ایک پر یا ان دونوں پر تیری زندگی میں بڑھاپا آجائے' تو انہیں (ان کی کسی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے) اُف تک نہ کہہ اور نہ انہیں جھڑک اور ان سے (ہمیشہ) نرمی سے بات کر۔ اور رحم کے جذبہ کے ماتحت ان کے سامنے عاجزانہ رویہ اختیار کر اور (ان کے لئے دعا کرتے وقت) کہا کر (کہ اے) میرے رب! ان پر مہربانی فرما کیونکہ انہوں نے بچپن کی حالت میں میری پرورش کی تھی۔

پس ان احادیث میں حضور ﷺ نے ہمیں نصیحت فرمائی کہ والد کی دعاؤں سے فائدہ اٹھاؤ اور اس کی بد دعا سے بچو۔

سوال:۔ گلشن وقف نو لجنہ و ناصرات میلبرن آسٹریلیا مؤرخہ 12 اکتوبر 2013ء میں ایک بچی نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کیوں نظر نہیں آتا؟ اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے درج ذیل جواب عطاء فرمایا۔ حضور نے فرمایا:۔

جواب:۔ اللہ تعالیٰ ایک ایسی ہستی ہے جو نظر نہیں آ سکتی۔ (حضور انور نے سوال کرنے والی بچی کو مخاطب کرتے ہوئے چھت پر لگے بلب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) تمہیں یہ بلب نظر آ رہا ہے ناں؟ اور بلب کی روشنی (حضور انور نے اپنے سامنے پڑے میز کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) یہاں پڑ رہی نظر آ رہی ہے۔ یہ کس طرح چل کے آ رہی ہے؟ یہ روشنی تمہیں وہاں سے یہاں تک آتے ہوئے چلتی ہوئی نظر آ رہی ہے؟ (حضور انور نے دوبارہ بچی سے پوچھا) وہ بلب کی روشنی ہے، وہ تو چمک رہا ہے اور یہاں (میز پر) روشنی پڑ گئی۔ لیکن جو بیچ کا فاصلہ ہے اس میں بھی تو کوئی چیز نظر آنی چاہیئے۔ جو وہاں سے چلی، یہاں پہنچی۔ درمیان میں نظر آ رہی ہے؟ (بچی نے عرض کیا کہ نظر نہیں آ رہی۔ تو حضور نے فرمایا) نہیں نظر آ رہی ناں ؟ تو اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ روشن ہے اور اس کی روشنی ایسی روشنی ہے جو نظر نہیں آتی۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی قدرتیں نظر آتی ہیں۔ تم دعا کرو تو تمہاری دعا کبھی قبول ہوئی ہے؟ تم نے اللہ تعالیٰ سے کبھی دعا کی ہے؟ وہ پوری ہوئی؟ (بچی نے عرض کی کہ جی پوری ہوئی۔ حضور نے فرمایا) بس یہی اللہ تعالیٰ کا نظر آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ جو زمین ہے، Planet ہے، Universe ہے، پھر یہاں جو ساری Creation ہے، پودے ہیں، Vegetation ہے۔ آسٹریلیا تو Flora&Fauna کی بڑی مشہور جگہ کہلاتی ہے۔ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ ہر چیز میں دیکھو۔ ایک Plant یہاں نکلتا ہے۔ ویسے کہتے ہیں کہ Plant کے اگر پتے نہ ہوں تو جو Chlorophyll ہے، اس کے ساتھ Plant کی زندگی بنتی ہے۔ اور پتے جو ہیں اس میں اپنا Role Play کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں میں نے ایسے Plants بھی دیکھے ہیں جو صرف ایک Stick ہے اور وہ Stem جو ہے وہی پتوں کا بھی Role ادا کر رہا ہے اور اس کے Top کے اوپر ایک خوبصورت سا بڑا Colourful قسم کا پھول لگا ہوا ہے۔ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ ہر چیز جو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے، اسے دیکھو اور اس پر غور کرو تو وہیں اللہ تعالیٰ نظر آتا ہے۔

سوال:۔ گلشن وقف نو لجنہ و ناصرات میلبرن آسٹریلیا مؤرخہ 12 اکتوبر 2013ء میں ایک ممبر لجنہ اماء اللہ نے حضو انور سے دریافت کیا کہ واقفات نو لجنہ کی جب شادی ہوتی ہے اور ہمارے اوپر گھر کی، فیملی کی اور بچوں کی ذمہ داری آتی ہے تو اس وقت ہم اپنے وقف نو ہونے کا Role صحیح طریقہ سے کیسے ادا کرسکتی ہیں؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کا جواب درج ذیل الفاظ میں عطاء فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:۔

جواب:۔ وقف نو ہونے کا Role صحیح طریقہ سے ادا کرنے کیلئے پہلے تو جو پانچ نمازیں فرض ہیں ان کو اچھی طرح پڑھو۔ اگر تہجد پڑھ سکتی ہو تو وہ پڑھو۔ قرآن شریف پڑھو اور اس کا ترجمہ پڑھو۔ اگر لجنہ کا کوئی کام تمہارے سپرد ہوتا ہے تو وہ جس حد تک ہوتا ہے وہ کرو۔ پھر سب سے بڑی ذمہ واری یہ ہے کہ جو بچے ہیں ان کی ایسی تربیت کرو کہ ان کا اللہ سے تعلق پیدا ہو جائے۔ خاوند کو یہ Realise کرواؤ کہ میں وقف نو ہوں اور میرا کام یہ ہے کہ اپنی بھی تربیت کرنا اور اپنے گھر کی بھی تربیت کرنا، اپنے بچوں کی تربیت کرنا۔ اس لئے تم بھی اس میں میرا ساتھ دو۔ کیونکہ اگر باپ اپنا Role Play نہ کر رہا ہو تو پھر بچوں کی تربیت صحیح نہیں ہوتی۔ تو سب سے بڑی ذمہ داری گھر کی ہے۔ اور تم لوگوں کیلئے یہی بڑا ثواب ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک عورت آنحضرت ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ ہمارے جو خاوند ہیں جہاد پر بھی جاتے ہیں اور کماتے ہیں اور چندے بھی دیتے ہیں اور مرد باہر بہت سارے ایسے کام کرتے ہیں جو ہم عورتیں گھروں میں نہیں کرسکتیں۔ تو ہمیں جو جہاد کا اور چندے دینے کا یہ ثواب ہے، یہ سارا ہمیں بھی ملے گا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں کیونکہ تم ان کے گھر کی اچھی طرح نگرانی کرتی ہو، ان کے بچوں کی تربیت کرتی ہو، ان کے پیچھے ان کے گھروں کو Look after کرتی ہو۔ اور پھر جو اس وجہ سے نیک نسل پیدا ہو رہی ہے، تمہیں بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ اور پھر یہ بھی برداشت کرتی ہو کہ اپنے خاوندوں کو بھیجتی ہو کہ جاؤ دینی خدمت کرو۔ اگر تمہارا خاوند دنیا کی خدمت بھی کر رہا ہے، دین کی نہیں بھی کر رہا تو یہ بھی حدیث میں ہے کہ عورت جو ہے وہ اپنے گھر کی نگران ہے۔ تو وقف نو کی جو ذمہ داری ہے وہ یہ ہے کہ اپنی نئی نسل کو احمدیت پہ قائم کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق جوڑو۔

سوال:۔ گلشن وقف نو لجنہ و ناصرات سڈنی آسٹریلیا مؤرخہ 07 اکتوبر 2013ء میں ایک بچی نے حضو انور سے دریافت کیا کہ لوگ اسلام اور Terrorism کو کیوں ملاتے ہیں؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کا درج ذیل جواب عطاء فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:۔

جواب:۔ اس لئے کہ آجکل جتنے Terrorist گروپ ہیں القاعدہ، طالبان، بوکو حرام اور دوسرے یہاں جو نئے نئے روزانہ نکل رہے ہیں ان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ تو لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید اسلام اور Terrorism ایک ہی چیز ہے۔ اسی غلط فہمی کو ہم نے Remove کرنا ہے۔ اسی لئے یہاں بک سٹال پر ایک کتاب Pathway to Peace پڑی ہوئی ہے۔ میرے مختلف لیکچرز ہیں، جو میں مختلف لوگوں کو جا کر دیتا رہتا ہوں کہ اسلام اور Terrorism کو نہ ملاؤ۔ یہ مختلف چیزیں ہیں۔ وہ ان کے Vested Interest ہیں جن کو وہ کر رہے ہیں۔ وہ کتاب خریدو (حضور نے اس کتاب کی قیمت کے بارہ میں ضمناً فرمایا کہ ویسے یہاں مہنگی بیچ رہے ہیں، ان کو دو ڈالر میں بیچنی چاہیئے، پانچ ڈالر میں سنا ہے بیچ رہے ہیں، واقف نو کو تو بہرحال دو ڈالر میں دینی چاہیئے) تو وہ خریدو اور پڑھو۔ اس میں تمہیں میرے سارے لکھے ہوئے مختلف جواب مل جائیں گے کہ یہ تصور غلط ہے۔ اسلام تو بڑی خوبصورت تعلیم ہے۔ اسلام نے تو جنگوں میں کبھی پہل کی نہیں۔ نہ کبھی Terrorism کیا ہے۔ جب مکہ بھی فتح ہوا تو آنحضرت ﷺ نے سب کو معاف کر دیا۔ اپنے دشمنوں کو بھی معاف کر دیا۔ قرآن کریم نے ظلم کرنے سے منع کیا ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ کسی کو بلاوجہ قتل نہ کرو۔ اگر ایک کو قتل کرو گے تو اس کا مطلب ہے کہ تم نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا۔ اور یہ مسلمان جو ہیں وہ کس کو مار رہے ہیں؟ عیسائیوں کو تو نہیں مارتے زیادہ۔ زیادہ تر تو مسلمان مسلمانوں کو مار رہے ہیں، پاکستان میں روز جو حملے ہوتے ہیں یا عراق میں شیعوں کو مارتے ہیں یا شیعہ سنیوں کو مار دیتے ہیں۔ یا جو ہر جگہ Suicide Bombing ہو رہی ہے، وہ مسلمان ہی مر رہے ہیں۔ چرچ پر تو اب حملہ ہوا ہے جس میں سو دو سو عیسائی چرچ میں مر گئے۔ لیکن باقی تو مسلمانوں کو ہی مار رہے ہیں۔ ہم احمدیوں کو مارتے ہیں۔ یا باقی جگہ جو بم پھٹتے رہتے ہیں۔ تو یہ سب Terrorist ہیں، خود ہی ایک دوسرے کو مار رہے ہیں۔ جس کی کہیں بھی اجازت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے پر بہت زیادہ رحم کرو۔ اور یہ مسلمانوں کو ہی مار رہے ہیں۔ اور ایک مسلمان کو بلاوجہ مارنا جو ہے، اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جہنم میں ڈالوں گا۔ تو یہ سارے جہنمی بننے جا رہے ہیں۔ پس اسلام کا اور Terrorism کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ کسی لفظ سے دیکھ لو، اسلام کا مطلب Peace ہے۔ تم لوگ اگر ایم ٹی اے سنتے ہو اور کم از کم واقفین نو کو تو ضرور سننا چاہیئے۔ یوکے کے جلسہ کی جو میری آخری تقریر تھی وہ یہی تھی کہ اسلام کیا چیز ہے اور مسلمان کیا چیز ہے۔ اور پھر یہ کتاب لیکر پڑھو، یہ تو انگلش میں ہے، تم پڑھ لو گی۔

☆...☆...☆

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن کریم کے فضائل کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’اگر ہمارے پاس قرآن نہ ہوتا اور حدیثوں کے یہ مجموعے ہی مایۂ نازِ ایمان و اعتقاد ہوتے، تو ہم قوموں کو شرمساری سے منہ بھی نہ دکھا سکتے۔ مَیں نے قرآن کے لفظ میں غور کی۔تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے لائق کتاب ہو گی جبکہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہو گی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ فرقان کے بھی یہی معنی ہیں۔یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث کی یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہو گی۔ اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اور حدیثوں کے شغل کو ترک کریں۔ بڑے تأسّف کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتناء اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے اس نور کے آگے کوئی ظلمت نہ ٹھہر سکے گی‘‘۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 386 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

یہاں ایک وضاحت بھی کر دوں کہ گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حدیث کو ترک کرو اور قرآن کو پڑھو۔ لیکن دوسری جگہ فرمایا ہے کہ احادیث اگر قرآن کریم کے تابع ہیں تو ان کو لو اور دوسریوں کو ردّ کرو صرف احادیث کے اوپر نہ چلو۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 454)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے جس کی تلاش میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں۔صحابہ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو انہوں نے پیغمبر خدا ﷺ کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کئے تھے پورے ہو گئے۔ ابتدا میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نکل نہیں سکتے اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں۔لیکن رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں گم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے ان کے حصے میں نہ آیا تھا‘‘۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 409 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پس آج بھی ہماری فتح قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور احمدیت کے غلبہ کے نظارے ہمارے نزدیک تر کرے۔

(خطبہ جمعہ 11/ ستمبر 2009ء)

(الفضل انٹرنیشنل جلد 16شمارہ 40 مورخہ 2 اکتوبر تا 8 اکتوبر 2009ء صفحہ 5 تا صفحہ 8)

☆...☆...☆

کونوا مع الصادقین

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:۔

’’ہزاروں خطوط میرے پاس آتے ہیں جن میں ظاہری بیماریوں کے ہاتھ سے نالاں لوگوں نے جو جو اضطراب ظاہر کیا ہے میں اسے دیکھتا ہوں لیکن مجھے حیرانی ہوتی ہے کہ وہ ظاہری بیماریوں کے لئے تو اس قدر گھبراہٹ ظاہر کرتے ہیں مگر باطنی اور اندرونی بیماریوں کے لئے انہیں کوئی تڑپ نہیں۔ باطنی بیماریاں کیا ہوتی ہیں؟ یہی بدظنی، منصوبہ بازی، تکبر، دوسرے کی تحقیر، غیبت اور اس قسم کی بدذاتیاں اور شرارتیں، شرک، ماموروں کا انکار وغیرہ۔ ان امراض کا وہ کچھ بھی فکر نہیں کرتے اور معالج کی تلاش انہیں نہیں ہوتی۔ میں جب ان بیماریوں کے خطوط پڑھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ کیوں یہ اپنے روحانی امراض کا فکر نہیں کرتے۔‘‘

(خطبات نور جلد 1 خطبہ نمبر 20 صفحہ 231)

19 دسمبر 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	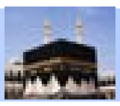	05:31	17:43
مدینہ منورہ	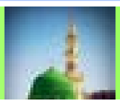	05:37	17:38
قادیان	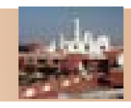	05:56	17:28
ربوہ		05:36	17:08
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:34	15:57